8

انسانی اعمال کا مغز اور چھلکا

(فرمودہ 26 فروری 1943ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے جس قدر اشیاء دنیا میں پیدا کی ہیں ان میں سے ہر ایک کا ایک چِھلکا ہوتا ہے اور ایک مغز ہوتا ہے۔ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جو بغیر چھلکے کے ہو اور نہ کوئی خالی چھلکا ہے اور نہ کوئی خالی مغز ہے۔ یہاں تک کہ بظاہر جو چیزیں ایسی نظر آتی ہیں کہ ان کا محض چھلکا ہے غور سے سوچا جائے تو ان کے اندر بھی مغز ہوتا ہے۔ گو وہ مغز علیحدہ نہیں ہوتا بلکہ چھلکے کے ساتھ ملا ہؤا ہوتا ہے۔ مثلاً بعض قسم کی لکڑیاں ہیں یا بعض درخت ہیں جن کو پھل نہیں لگتے لیکن ان کی لکڑیاں یا اُن کے پتے، جڑیں یا چھال اپنے اندر خاص خاصیتیں رکھتی ہیں اور وہی خاصیت ان کا مغز ہوتا ہے۔ جیسے سنکونا ہے کہ اس کی لکڑی میں ہی کونین ہوتی ہے جسے الگ کیا جا سکتا ہے باقی فُضلہ رہ جاتا ہے۔ مگر اکثر حصہ اشیاء کا ایسا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے مغز اور چھلکا الگ الگ دکھایا ہے جیسے کہ پھل ہیں۔ سب میں مغز الگ ہوتا ہے اور چھلکا الگ جیسے آم، خربوزہ وغیرہ۔ شاذونادر بعض میں مغز اور چھلکا ملا ہؤا بھی ہوتا ہے اور بعض پھلوں میں چھلکا باریک جھلّی کی شکل میں ہوتا ہے جو نظر تو نہیں آتا لیکن اس کا رَس اگر چوس لیا جائے تو فُضلہ رہ جاتا ہے اور اگرچہ بعض لوگ اس فُضلہ کو بھی کھا جاتے ہیں لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ چھلکا ہے ہی نہیں۔ جس طرح حیوانی مغز کے اوپر جھلّی ہوتی ہے اور مغز اس کے

اندر ہوتا ہے اور وہ جھلّی اس قدر باریک ہوتی ہے کہ بظاہر نظر نہیں آتی لیکن اگر کوئی شخص الگ کر کے دیکھنا چاہے تو دیکھ بھی سکتا ہے۔ اسی طرح بیدانہ و شہتوت وغیرہ پھلوں کا حال ہے کہ اس میں رَس چھوٹی چھوٹی تھیلیوں میں رکھا ہوتا ہے جو دبانے سے باہر نکل آتا ہے۔ یہی حال حیوانات کا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا ایک جسم ہوتا ہے اور ایک روح ہوتی ہے۔ جسم بمنزلہ چھلکا کے اور روح اس کی جگہ ہوتی ہے۔

یہ تو چیزوں کا حال تھا۔ اب ہم انسانی اعمال کو دیکھتے ہیں تو ان میں بھی یہی سلسلہ نظر آتا ہے کہ اعمال میں ایک چھلکا ہوتا ہے اور ایک مغز۔ خدا تعالیٰ کے احکام کا بھی ایک چھلکا ہے اور ایک مغز۔ مثلاً ہماری نماز ہے اس میں ہمارے قیام کا ایک مغز ہے اور ایک چھلکا۔ ہمارے رکوع کا ایک مغز اور ایک چھلکا ہے۔ ہمارے سجدے کا ایک مغز اور ایک چھلکا ہے۔ ان ہمارے رکوع و سجود سے خدا تعالیٰ کو کوئی فائدہ نہیں، دنیا کو کوئی فائدہ نہیں، خود ہمیں کوئی فائدہ نہیں سوائے اس غرض کے کہ ان قیام رکوع سجود کی کیفیتوں سے ہماری قلبی کیفیت کو ڈھالنے کے لئے مدد مل جائے کیونکہ کئی جسمانی کیفیتیں قلب انسانی پر اثر ڈالتی ہیں۔ انسان کی بعض حالتیں ہیں کہ ان سے خود خشیّت پیدا نہیں ہوتی بلکہ دوسرے پر رُعب پڑتا ہے۔ اور بعض حالتوں میں اپنے اندر خشیّت پیدا ہوتی ہے دوسرے پر رعب نہیں پڑتا۔ مثلاً اگر ایک شخص دوسرے کے سامنے گھونسہ تان کر آنکھیں سرخ کر کے آستینیں چڑھا کر کھڑا ہو جائے تو خود اس شخص کے اندر کوئی خشیّت پیدا نہیں ہو گی بلکہ غصہ پیدا ہو گا اور دوسرے شخص پر رعب ہو گا۔ یا اسی طرح کوئی شخص سجدے میں پڑ جائے یا ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو جائے تو اس کیفیت سے اس کے اندر کوئی غصہ پیدا نہیں ہو گا، خشیّت پیدا ہو گی۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے قیام، رکوع، سجود مقرر کیا ہے۔ یہ حرکات دنیا کے کسی کام کی نہیں، خود ہمارے کام کی نہیں، ہمارے رکوع سے کوئی فائدہ نہیں، ہمارے سجدہ سے کوئی فائدہ نہیں۔ صرف خدا تعالیٰ کو ہماری قلبی کیفیت کی ضرورت ہے۔ ہمارا سجدہ، ہمارا رکوع تو نماز کے بعد پیچھے رہ جاتا ہے لیکن اگر ہم نے نماز کے وقت سچا سجدہ کیا تھا اور سچی تسبیح کی تھی اور سچے دل سے خدا تعالیٰ کے علوّ کا اقرار کیا تھا تو اس کا روحانی اثر ہمارے دل میں قائم رہ جائے گا۔ پس ہر نماز کے بعد دیکھنا چاہیئے کہ جو اثر

اس سجدہ کا ہونا چاہیئے اور جو نچوڑ اس تسبیح کا ہونا چاہیئے وہ ہمارے قلب کے اندر پیدا ہو گیا ہے یا نہیں؟ اگر ہمارے دل میں خدا تعالیٰ کی حقیقی خشیّت اور خدا تعالیٰ سے سچی محبت پیدا ہو گئی ہے تو وہی مغز سمجھی جائے گی اور یہی چیز ہو گی جو قائم ہونے والی ہو گی۔ جس طرح کہ گنّے کا رس ایک مدت تک محفوظ نہیں رکھا جا سکتا لیکن شکّر بنا کر کئی سال تک محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ہم نماز کی حرکات کو ہمیشہ قائم نہیں رکھ سکتے کیونکہ دوسرے کام بھی ہوتے ہیں اور سونا بھی انسان کے لئے ضروری ہے۔ ہاں ہم اس کے مغز کو اپنے دل میں بھر کر اسی طرح محفوظ رکھ سکتے ہیں جس طرح شکّر کو محفوظ کر لیتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے اعمال کی حالت ہے۔ ان میں سے ایک چیز ساتھ جاتی ہے اور ایک پیچھے رہ جاتی ہے۔ مثلاً ہمارا روزہ ہے کہ اس میں بھوک کی کیفیت ایک وقت تک رہتی ہے اور جب شام ہوتی ہے اور ہم پانی یا کھجور یا اور کسی چیز سے روزہ افطار کرتے ہیں تو بھوک تکان کی کیفیت جاتی رہتی ہے لیکن دوسری کیفیت جو سچے طور پر روزہ رکھنے سے پیدا ہوتی ہے وہ ساتھ چلتی ہے اور یہ کیفیت حسبِ حالات صائم بعض دفعہ چند گھنٹے، بعض دفعہ چند دن، بعض اوقات چند مہینے، بعض دفعہ کئی سال اور بعض مرتبہ آخر دم تک ساتھ رہتی ہے۔ جس قدر اخلاص ہو گا اسی قدر عرصہ وہ انسان کے ساتھ رہے گی۔ اگر معمولی اخلاص سے کسی نے روزہ رکھا تو شاید یہ کیفیت روزہ کھولنے کے بعد سے سونے کے وقت تک قائم رہے اور اگر اس سے زیادہ اخلاص سے روزہ رکھا تھا تو شاید دوسرے دن وہ کیفیت قائم رہے۔ اور اگر اس سے زیادہ اخلاص سے روزہ رکھا تو مہینہ بھر اور اگر اس سے زیادہ اخلاص سے رکھا تھا تو شائد سال بھر بلکہ بعض دفعہ ساری عمر کے لئے اللہ تعالیٰ اس کی حالت کو بدل دے۔ اسی طرح لوگ حج کو جاتے ہیں، وہاں دعائیں کرتے ہیں، طواف کرتے ہیں، قربانیاں کرتے ہیں۔ یہ ساری رسمیں وہاں ہی رہ جاتی ہیں۔ طواف کے بعد وہ طواف وہیں رہ جاتا ہے۔ منیٰ میں ٹھہرا، وہاں دو تین دن گزارے تو یہ اس کا ٹھہرنا عارضی چیز تھی وہیں رہ گئی کیونکہ جب ہم کسی کو حاجی کہتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ اس وقت بھی طواف کر رہا ہے یا عرفات میں جا رہا ہے یا منیٰ میں ٹھہرا ہؤا ہے۔ بلکہ ممکن ہے کہ وہ حاجی ان مقامات کو بھول بھی گیا ہو کہ وہ کہاں اور کس طرف واقع ہیں اور ان کا کیا نقشہ ہے۔ لیکن اگر کسی نے حج سچی خشیّت

سے کیا ہو گا تو وہ اس کے ساتھ رہے گا۔ چھلکا بے شک پیچھے رہ جائے گا لیکن حج کا مغز انسان کے ساتھ چلا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے مغز کو فوقیت دی ہے مگر بعض لوگ چھلکے کے پیچھے چلتے ہیں۔ مغز کی طرف خیال نہیں کرتے۔ بعض احمدی بیعت کر لینے سے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے بیعت کر لی تو سب کچھ معلوم ہو گیا۔ ہم جو چاہیں کریں بیعت جو کر لی لیکن اگر کسی نے بیعت کی اور احمدیت کا مغز اس کے اندر داخل نہیں ہوا تو وہ یہ سمجھ لے کہ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو پانی میں غوطہ مار کر نکل آئے اور دوسرے دن مٹی میں لوٹنے لگے اور اگر کوئی اسے روکے تو اسے جواب دے کہ کل جو مَیں نے نہر میں چھلانگ لگائی تھی۔ نادان نہیں جانتا کہ اس چھلانگ مارنے کا اثر تو اتنی ہی دیر تھا جتنی دیر وہ پانی میں تھا۔ ہاں اس نہانے کا مغز یعنی قوت اور نشاط اس کے اندر رہے گا۔ جس طرح کوئی شخص ورزش کرے تو اس کا اٹھنا، بیٹھنا، دوڑنا، ڈنٹر پیلنا تو ختم ہو جائے گا مگر اس فعل سے جو اس کے اندر طاقت پیدا ہو گی وہ ایک لمبے عرصہ تک قائم رہے گی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص احمدیت میں داخل ہو اور وہ سمجھ لے کہ میرے لئے مغفرت مقدر ہو گئی تو اس کا خیال غلط ہو گا۔ کیونکہ جب تک احمدیت کا مغز اسے حاصل نہیں ہو گا وہ مغفرت کا اہل نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ۔ 1 یعنی تم جو جانور خدا کی راہ میں ذبح کرتے ہو ان کے گوشت اور خون ہر گز خدا تعالیٰ تک نہیں پہنچتے بلکہ تمہارا تقویٰ خدا تک پہنچتا ہے۔ اس لئے کہ قربانی کرنے والے کا خدا تعالیٰ کے ساتھ ایسا تعلق نہیں کہ وہ گوشت وغیرہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں پکڑا دے۔ بے شک خدا تعالیٰ انسان کے پاس ہے اور اس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہے مگر انسان ظاہری حواس سے محسوس نہیں کر سکتا۔ ہاں مرنے کے بعد خدا تعالیٰ سے ایسا تعلق ہو گا کہ اسے محسوس بھی ہو گا کہ میں خدا تعالیٰ کو ملتا ہوں۔ گو یہ ملنا ایسا ہے جس کی ہم تعبیر نہیں کر سکتے لیکن بہر حال ایسی کیفیت ہو گی۔ جس طرح کہ کشف یا خواب کے وقت ہوتی ہے۔ خواب یا کشف میں جسم ساتھ نہیں ہوتا لیکن انسان محسوس یہی کرتا ہے کہ اس کا جسم ساتھ ہے اور وہ خالص روحانی اشیاء کو جسموں کے اندر دیکھتا ہے۔ اور جس طرح مادی دنیا میں انسان کسی چیز کو

چُھوتا ہے یا دیکھتا ہے یا کسی سے ملتا ہے اور باتیں کرتا ہے اسی طرح کشف اور خواب میں یہی کیفیات پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن اس وقت انسان کے ظاہری حواس کام نہیں کر رہے ہوتے بلکہ ایک چھٹی حِسّ پیدا ہو کر غیر محسوس چیزوں کو دیکھنے لگ جاتی ہے۔ اسی طرح مرنے کے بعد انسان میں ایک چھٹی حِسّ پیدا ہو گی جس سے کہ دور ہونے کے باوجود خدا تعالیٰ قریب نظر آئے گا اور باوجود وراء الورا ہونے کے انسان اپنے آپ کو اسے دیکھنے یا چھونے یا اس سے باتیں کرنے کے قابل پائے گا۔ یہی حِسّ اگر ہمیں خواب میں نہ ملتی تو قیامت پر شاید لوگ ایمان نہ لاتے۔ کشف اور خواب میں ان نظاروں کے دیکھنے سے ہم قیاس کر لیتے ہیں کہ جو طاقت بینائی خواب میں خدا تعالیٰ ہمیں عارضی طور پر دیتا ہے کیا اس میں یہ طاقت نہیں کہ وہ مرنے کے بعد مستقل طور پر دے دے اور جو طاقت ہمیں ایک گھنٹہ کے لئے ملتی ہے وہ ہمیشہ کے لئے عطا کر دے۔

پس چونکہ قربانی کے گوشت پوست یہیں رہ جائیں گے اس لئے فرمایا یَنَالُہُ التَّقْوٰی۔ اس وقت جب تم خدا سے ملوگے تو یہ دُنبہ یا مینڈھا یا گائے جو تم نے ذبح کی ہے وہ تو چھلکا ہے وہ یہیں رہ جائے گا۔ ہاں قربانی جس ارادہ سے کی تھی، جس اخلاص اور سچے دل سے کی تھی اس کا ایک نشان دل پر رہ جائے گا اور گنّے کے رَس کی طرح رہ جائے گا۔ پھر اس رَس کو لے کر خدا کے حضور پیش کرے گا۔ وہ ظاہری گوشت پوست تو دنیا میں رہ جائے گا، کہیں کھاد بن جائے گا اور فنا ہو جائے گا مگر اس کا رَس جو اخلاص ہے وہ قائم رہے گا اور قیامت کے دن اپنے دل کے پیالے سے مثلاً ایک قطرہ نکالو گے اور کہو گے کہ حضور یہ میرے روزے ہیں۔ پھر ایک اور قطرہ نکال کر پیش کرو گے اور کہو گے کہ یہ میری نمازیں ہیں۔ پھر ایک اور قطرہ نکال کر کہو گے کہ یہ میرا حج ہے۔ غرض وہ چیزیں ایک ایک کر کے پیش کرو گے۔ نماز، روزہ اور حج کا چھلکا ساتھ نہ ہو گا بلکہ ان کا محفوظ کیا ہوا مغز ایک نئی شکل میں پیش کرو گے۔ جس طرح گنّے کو کھانڈ کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ بظاہر گنّا سال بھر نہیں رہ سکتا لیکن اس سے بنی ہوئی کھانڈ دس، بیس، پچاس سال بلکہ ہزار سال تک بھی رہ سکتی ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے انسانی قلب میں ایک برتن رکھا ہے جس میں عمل کا رَس ٹپکتا ہے۔ اس کا عمل صالح، اس کا تقویٰ اس میں پڑتا

رہتا ہے اور گو انسان کو یہ طاقت نہیں کہ وہ دنیا میں اس رَس کو نکال لے مگر قیامت کے دن جب انسان کو یہ طاقت ملے گی کہ وہ خدا کو دیکھ سکے تو اسے یہ طاقت بھی مل جائے گی کہ وہ اپنے دل سے اعمال کا رَس نکال کر خدا تعالیٰ کے حضور پیش کرے اور کہے کہ یہ میری نماز کا رَس ہے۔ یہ میرے روزہ کا رَس ہے۔ یہ میرے حج کا رَس ہے۔ پس انسان کو ہر وقت یہ دیکھتے رہنا چاہیئے کہ جو عمل وہ کرتا ہے اُس کا کیا نتیجہ ہو گا اور کونسا رَس اور نچوڑ اس کے قلب کے برتن میں گرتا ہے۔ بعض لوگ اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور بیعت کر لینے سے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم احمدی ہو گئے۔ حالانکہ بعض دفعہ یہ بیعت بجائے فائدہ دینے کے لعنت بن کر رہ جاتی ہے۔ پس مومن کو اپنے اعمال پر نظر رکھنی چاہیئے اور اس طرح نیک نمونہ قائم کرنا چاہیئے جس طرح کہ صحابہ کرام تھے کہ ایمان نے ان کی کایا پلٹ دی اور اس کی وجہ سے ہم ان کے نام کے ساتھ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ پڑھا کرتے ہیں۔ مگر کیا تم سمجھتے ہو کہ دس سال کے بعد بھی تمہارے نام کے ساتھ آئندہ آنے والے لوگ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کہیں گے۔ بعض دفعہ تو تمہارا ہمسایہ تمہارے سلوک کی وجہ سے لَعْنَتُ اللّٰہُ عَنْہُ کہنے لگ جاتا ہے اور جب تمہارا اپنا ہمسایہ اور دوست بھی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کہنے کو تیار نہیں تو کس طرح امید کر سکتے ہو کہ وہ لوگ جنہوں نے تمہیں دیکھا نہیں وہ تمہیں رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کہیں گے۔ یہ صحابہ ہی تھے جن کی نہ ہم نے شکل دیکھی، نہ ان کے رشتہ داروں کو دیکھا، نہ ان کی اولاد سے واقف ہیں۔ سوائے چند ایک کے کہ ان کی اولاد کو ہم جانتے ہیں۔ باقی صحابہؓ میں سے کہ ان کی ایک لاکھ تعداد تھی کسی کی اولاد کو بھی نہیں جانتے۔ مگر اس کے باوجود ان کے کام کو دیکھ کر ہم بے اختیار ان کے لئے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ کہنے لگتے ہیں۔ اگر ہم بھی ایسا کام کریں کہ ہمارے اندر تقویٰ پیدا ہو تو آج ہی نہیں، کل ہی نہیں، پرسوں ہی نہیں بلکہ اگر ہماری موت پر ہزاروں سال بھی گزر جائیں گے تب بھی لوگوں کے دلوں سے ہمارے لئے دعا نکلے گی۔ خواہ لوگ ہم سے واقف نہ بھی ہوں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ایک مسافر کسی کنویں سے پانی پیتا ہے۔ وہ اس کنویں کے لگانے والے کو نہیں جانتا۔ اس کے نام سے واقف نہیں ہوتا پھر بھی وہ پانی پیتا ہے اور اس کنویں کے لگانے والے کے لئے دعا کرتا ہے کہ خدا اسے جزائے خیر دے جس نے اس رہ گزر پر کنواں لگایا۔ یہ

دعا اس کنواں لگانے والے نے اسی وجہ سے حاصل کی کہ اس کے عمل کا نشان قائم رہ گیا اور یہی چیز اصل توجہ کے قابل ہے۔

ہر احمدی کو چاہیئے کہ اپنے اندر ایسی تبدیلی پیدا کرے جو اسے خدا تعالیٰ کے قریب کر دے۔ اگر ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور اس کے دل میں ہمدردی نہیں پیدا ہوتی تو سمجھ لیا جائے گا کہ اس نے دل سے نماز نہیں پڑھی۔ کیونکہ یہ ہو نہیں سکتا کہ کوئی شخص سچے دل سے نماز ادا کرے اور اس کے دل میں بنی نوع کی ہمدردی پیدا نہ ہو۔ پھر ایسی نماز سے کیا فائدہ۔ ناقص چیز کسی کے سامنے پیش کرنا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تم کسی کو بادام دو اور وہ کڑوا ہو تو وہ تم پر ناراض ہو گا کہ اس نے میرے ساتھ شرارت کی۔ اگر تم نہ دیتے تو ناراض نہ ہوتا لیکن جب تم خراب چیز دو گے تو وہ خفا ہو گا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے سامنے اگر تم اچھی چیز پیش کرو تو وہ خوش ہو گا۔ کچھ نہ پیش کرو گے تو رحم کرے گا لیکن اگر گندی چیز پیش کرو گے تو وہ ناراض ہو گا۔ پس مومن کو اس حالت سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے کہ اس سے بجائے فائدہ کے اُلٹا نقصان کا اندیشہ ہو۔"　　(الفضل 31 مارچ 1943ء)

1: الحج: 38